

حرف آغاز

مطالعہ سیرت (قرآن کی رہ نمائی میں)

سید جلال الدین عمری

۱۰۔ ۱۱ مارچ ۲۰۱۸ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز نے انسٹیٹیوٹ آف آئیچیکلڈیو اسٹڈیز نئی دہلی کے اشتراک سے ’موجودہ دور میں ہندوستان میں سیرت نگاری‘ کے موضوع پر دو روزہ سمینار منعقد کیا تھا۔ اس کے افتتاحی اجلاس میں راقم نے ’مطالعہ سیرت۔ قرآن کی رہ نمائی میں‘ کے عنوان سے مضمون پیش کیا تھا۔

اس موضوع پر دور حاضر میں متعدد کوششیں ہوئی ہیں۔ جناب محمد عارف گھانچے نے اپنے ایک مضمون میں اس سے متعلق سرسٹھ (۶۷) کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ’ان کے مؤلفین کے بیان کے مطابق انھوں نے قرآن کریم کی روشنی میں سیرت مبارکہ اور حیات مقدسہ تحریر کرنے کا اہتمام کیا ہے، قطع نظر اس بات سے کہ ان کا بیان حقیقت سے کس قدر قریب ہے۔‘ (مجلہ السیرۃ، کراچی، شمارہ ۲۶، رمضان ۱۴۳۲ھ) جو فہرست پیش کی گئی ہے۔ اس میں بظاہر ہر سطح کی تصنیفات ہیں۔

راقم کے پیش نظر یہ تصنیفات نہیں تھیں، اس لیے وہ ان سے استفادہ نہیں کر سکا۔ اس نے اپنے طور پر اس موضوع کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں سیرت کے بعض پہلوؤں پر صرف اشارات ہی کیے جاسکے ہیں، تفصیل نہیں آسکی ہے۔ یہ موضوع مزید تحقیق کا طالب ہے۔ اللہ نے چاہا تو آئندہ اس کی طرف توجہ کی جاسکے گی۔ (جلال الدین)

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید اور جس مقدس ہستی پر وہ نازل ہوا اس کی سنت امت مسلمہ کی فکری اساس بھی ہیں اور عملی اساس بھی۔ اس نے ان ہی دو

سرچشموں سے فیض حاصل کیا ہے اور ان ہی کی رہنمائی کو اپنے لیے قابل اعتماد راہنمائی تصور کیا ہے۔ تمام اسلامی علوم کی بنیاد ان ہی دو اساسات پر ہے، خواہ ان کا تعلق تفسیر قرآن و شرح حدیث سے ہو، فقہ سے ہو، عقیدہ و کلام سے ہو، تاریخ سے ہو، تصوف اور اخلاق سے ہو، یا حکمت و معرفت سے۔ اس سے آگے طبیعیات یا فزیکل سائنسز، ریاضی، جغرافیہ، طب کے علوم کا محرک بھی کسی نہ کسی رخ سے ان ہی کی خدمت رہا ہے۔

مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی والی کی سیرت سے متعلق کچھ عرض کرنا ہے، لیکن خوف دامن گیر ہے، اس لیے کہ آپ کی سیرت بیان واقعات ہی نہیں، بلکہ امت کی راہنمائی بھی ہے، آپ کے نقوش قدم کی تلاش و جستجو ہے، تاکہ ان کی اتباع کی جائے۔ اس لیے پھونک پھونک کر قلم کو جنبش دینی پڑتی ہے۔

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

سیرت رسول کا سب سے مستند اور سب سے معتبر ماخذ قرآن مجید ہے۔ اس کا بیان قول فیصل ہے۔ اس کی تائید میں ہم دوسرے مآخذ سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں، بلکہ کرنا چاہیے۔ قرآن مجید نے حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کا کہیں اشاروں میں اور کہیں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس سے آپ کی بڑی حسین اور بڑی جامع تصویر ابھرتی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے تذکرہ میں کہا ہے اور بالکل صحیح کہا ہے کہ قرآن مجید کے سوا کوئی دوسرا ماخذ سامنے نہ ہو تو بھی آپ کی سیرت مرتب ہو سکتی ہے، لیکن مولانا کے علمی ذخیرے میں اس نوع کی سیرت ہمیں نہیں ملتی۔ ان کے علمی منصوبوں میں یہ کارخیر شاید شامل نہیں ہو سکا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ایک مضمون تفہیمات (حصہ دوم) میں شامل ہے۔ عنوان ہے 'قرآن اپنے لانے والے کو کس رنگ میں پیش کرتا ہے؟' اس میں مولانا نے بتایا ہے کہ دنیا میں جتنے بانیان مذاہب رہے ہیں انہوں نے خود کو پروردگارِ عالم یا اس کا قائم مقام قرار دیا ہے، یا ان کے ماننے والوں نے انہیں اس مقام تک پہنچا دیا ہے، لیکن قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کے بارے میں، خاص طور پر اپنے لانے والے کے بارے میں بار بار صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ آپ بشر ہیں اور منصب رسالت

کی وجہ سے آپ کا مقام بشریت سے بلند نہیں ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

”اگر اسلامی لٹریچر کی دوسری تمام کتابیں دنیا سے ناپید ہو جائیں اور صرف قرآن مجید ہی باقی رہ جائے تب بھی رسول اکرم ﷺ کی شخصیت کے متعلق کسی غلط فہمی، کسی شک و شبہ اور کسی لغزش عقیدت کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ ہم اچھی طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کتاب کا لانے والا ایک کامل انسان تھا، بہترین اخلاق سے متصف تھا، انبیاء سابقین کی تصدیق کرتا تھا، کسی نئے مذہب کا بانی نہ تھا اور کسی فوق البشر حیثیت کا مدعی نہ تھا۔ اس کی دعوت تمام عالم کے لیے تھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے چند مقرر خدمات پر مامور کیا گیا تھا اور جب اس نے خدمات کو پوری طرح انجام دے دیا تو نبوت کا سلسلہ اس کی ذات پر ختم ہو گیا۔“ (ص ۳۸)

اس طرح کی کوششیں اور بھی ہوں گی، جو میرے محدود علم میں نہیں ہیں، لیکن اس سے سیرت کی وہ جامع اور مکمل تصویر نہیں ابھرتی جو قرآن پیش کرتا ہے۔ کسی بھی شخصیت کی سیرت کے مطالعہ کے لیے اس ماحول کا اور ان حالات کا جاننا ضروری ہے جس میں وہ پیدا ہوئی، اس پر اثر انداز ہوئی اور کسی بھی نوع کی اس نے خدمت انجام دی۔

قرآن مجید نے مختلف مناسبتوں سے عہد رسالت کے مذہبی، سماجی اور تہذیبی حالات بیان کیے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک بات یہ سامنے آتی ہے کہ اہل عرب وجودِ باری تعالیٰ کے منکر نہیں تھے، وہ تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس زمین و آسمان کا خالق اور حاکم ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمُوتَ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ (الزخرف: ۹)

اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا؟ تو یہ خود کہیں گے کہ انھیں زبردست علیم ہستی نے پیدا کیا ہے۔

قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (المومنون: ۸۴-۸۵)

ان سے کہو کہ بتاؤ، زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ وہ خود کہیں گے کہ یہ سب اللہ کا ہے۔ کہو، پھر تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے؟
قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمُوتِ السَّنِيعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ
قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ (المومنون: ۸۶-۸۷)

ان سے کہو کہ بتاؤ، ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ خود کہیں گے کہ یہ سب اللہ کے ہیں۔ کہو، پھر تم اس سے کیوں خوف نہیں کھاتے؟!

وہ تسلیم کرتے تھے کہ زمین، جس پر وہ رہتے بستے ہیں، اس کا سارا ساز و سامان اسی کا ہے۔ سات آسمان اور عرش عظیم کا وہی مالک ہے۔ ساری بادشاہت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے پناہ دے اسے پناہ حاصل ہوگی، اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ دہندہ نہیں۔ جب کشتی بھنور میں پھنس جاتی اور بچنے کی توقع نہ ہوتی تو اسی کو آواز دیتے اور وعدہ کرتے کہ اس کے شکر گزار اور احسان شناس بن کر رہیں گے، لیکن بعد میں وہی سرکشی اور بغاوت کا رویہ اختیار کرتے جو پہلے سے تھا۔
اس عظیم کائنات پر اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کرنے کے باوجود وہ شرک میں مبتلا تھے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ (یوسف: ۱۰۶)
ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں، مگر دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔
اس کی توجیہ وہ یہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ شرکاء اس سے قربت کا ذریعہ ہیں:
وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى (الزمر: ۳)

جن لوگوں نے اللہ کے سوا شرکاء بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی پرستش اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کریں۔
سورۃ النعام، جو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب میں پہلی مفصل سورت ہے، جسے
کئی سورتوں کی تمہید بھی کہا جاسکتا ہے، اس (کی آیات ۱۳۶-۱۴۰) میں اس کی کسی قدر

تفصیل ملتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اقرار کرنے کے باوجود اس کے خود ساختہ شریکوں سے خوف کھاتے تھے اور انہیں ہر حال میں خوش رکھنا چاہتے تھے۔ کھیتی اور مویشی، جو اللہ ہی کے عطا کردہ ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالتے، اس کے ساتھ اپنے خداوندانِ باطل کا بھی حصہ مقرر کرتے، لیکن اہمیت ان ہی خداوندوں کی ہوتی۔ یہ تو ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے حصہ میں سے کچھ ان کے حصہ میں چلا جاتا، لیکن یہ ناممکن تھا کہ ان خداؤں کا جو حصہ ہے اس کا تھوڑا بہت اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو جائے۔

کبھی جانوروں اور کھیتی کے بارے میں کہتے کہ یہ ممنوع ہیں، ان کا استعمال صرف وہی کر سکتے ہیں جسے وہ چاہیں۔ غالباً یہ (پروہتوں اور پجاریوں کے لیے مخصوص تھا) اونٹ کو سانڈ کی طرح دیوتاؤں کے نام پر چھوڑ دیتے، ان سے باربرداری کا کام نہیں لیا جاتا تھا۔ اونٹنی کے ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلتا تو اس سے صرف مرد لطف اندوز ہوتے۔ اگر وہ مردہ ہوتا تو عورتیں بھی اس میں شریک ہو سکتی تھیں۔ قتل اولاد ایک سنگین جرم ہے۔ اس کا بھی ارتکاب مختلف وجوہ سے ان کے ہاں ہو رہا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عرب جاہلیت کا حال جاننا چاہو تو سورۃ انعام کی مذکورہ بالا آیات کا مطالعہ کرو۔ ان آیات میں جن امور کا ذکر ہے، قرآن مجید میں ان کا بار بار ذکر آیا ہے اور ان کی قباحتیں بیان ہوئی ہیں۔ اس کی ایک مثال سورۃ مائدہ کی آیت ۱۰۳ ہے، جس میں ان اونٹوں کا ذکر ہے جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیے جاتے تھے اور جن سے وہ فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی زندگی

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ارشاد ہے:

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى - وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى - وَوَجَدَكَ
عَائِلًا فَأَغْنَى (الضحیٰ ۶-۷)

کیا ہم نے تمہیں یتیم نہیں پایا اور ٹھکانا فراہم کیا اور تمہیں حیران و سرگشتہ

پایا اور راہ دکھائی اور تمہیں بے سروسامان اور غریب پایا اور بے نیاز کر دیا۔

اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔ خاص بات یہ کہ اس میں آپ کے عہد طفلی، دورِ شباب اور بعثت کا ذکر ہے کہ ہر نازک مرحلے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت آپ کے شامل حال رہی اور آئندہ بھی رہے گی۔

رسالت سے قبل آپ کی زندگی اتنی صاف شفاف اور آپ کا کردار اتنا بلند تھا کہ مکہ کی آبادی آپ کو صادق و امین کہتی تھی اور کبھی کسی کو حرف گیری کا کوئی موقع نہیں ملا۔ قرآن مجید نے اسے دلیل رسالت کے طور پر پیش کیا ہے:

قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا
مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس: ۱۶)

اگر اللہ چاہتا تو میں یہ قرآن تمہیں پڑھ کر نہ سناتا اور نہ اس سے واقف کراتا۔ میں تمہارے درمیان اس سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں۔ کیا تم سوچتے نہیں ہو؟

جس شخص کی زبان کبھی جھوٹ سے آلودہ نہ ہوئی ہو، کیا وہ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرے گا؟ جس نے آج تک کسی کو دھوکا نہ دیا ہو؟ کیا اب وہ اللہ کا نام لے کر فریب دے گا؟ جس نے کبھی وحی و رسالت کا ذکر نہ کیا ہو، اس کی زبان پر یہ بلیغ کلام کیسے جاری ہو گیا؟ کیا تمہاری عقل اسے غلط کار اور فریبی کہہ سکتی ہے؟ اس سے بہت سے ان الزامات کی تردید ہوتی ہے، جو آپ کی ذاتِ گرامی اور قرآن مجید پر کیے جاتے ہیں۔

خاندانی زندگی

رسول اکرم ﷺ کی عائلی زندگی سے متعلق قرآن مجید میں کافی تفصیل ملتی ہے۔ ازواجِ مطہرات سے محبت اور ہمدردی، ملاطفت اور مساوی سلوک کا ذکر ہے۔ ان کی جو تعلیم و تربیت ہو رہی ہے، اس کے احترام کا انہیں حکم دیا گیا ہے:

وَإِذْ كُنَّا مَا يَنْتَلِي فِي بَيْوتِكُنَّ مِنْ آيَةِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

لَطِيفاً خَبِيراً (الاحزاب: ۳۴)

یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں۔ بے شک اللہ لطیف اور باخبر ہے۔

ازواجِ مطہرات کے آپس کے تعلقات، باہم رقابت، ہر ایک کی یہ کوشش کہ رسول اللہ ﷺ کا زیادہ قرب اسے حاصل ہو، اس میں بعض اوقات بے احتیاطی یا نامناسب رویہ بھی سامنے آتا، اس پر تنبیہ اور اصلاح کی گئی۔ بتایا گیا کہ وہ امت کی مائیں ہیں۔ انہیں امت کے لیے نمونہ ہونا چاہیے۔ ان کی لغزش دوسروں کی غلطی اور کوتاہی کا سبب بن سکتی ہے۔ دنیا کی طلب ان کے شایانِ شان نہیں ہے۔

ایک موقع پر ام المومنین حضرت عائشہؓ کی عفت و عصمت پر منافقین نے حملہ کر دیا۔ ان کی شان میں نازیبا باتیں کی جانے لگیں۔ اس سے بعض نیک طبع اور سادہ مزاج لوگ بھی متاثر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی براءت کا اعلان ہوا کہ اس طرح کا خیال بھی کسی مسلمان کے دل میں نہیں آنا چاہیے۔

متنبی حقیقی اولاد نہیں ہے۔ اس لیے اس پر حقیقی اولاد کے احکام نافذ نہیں ہو سکتے۔ حضرت زیدؓ، جو رسول اللہ ﷺ کے متنبی تھے، انہوں نے حضرت زینبؓ کو طلاق دی تو ان سے آپؐ نے نکاح کیا اور ہمیشہ کے لیے ثابت ہو گیا کہ متنبی کا حکم حقیقی اولاد کا نہیں ہے۔ ان کے باپ ہی کی طرف ان کی نسبت ہوگی، البتہ ان سے دینی رشتہ باقی رہے گا۔ اس ذیل میں یہ بات بھی بیان ہوئی کہ آپ کے اولاد زینہ نہیں ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِنْ جَلَدِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب: ۴۰)۔ اس کا ذکر سورۃ کوثر میں بھی ہے۔

وحی و رسالت کا آغاز اَفْرَأْتُمْ أَبْنَاءَ النَّاسِ الذَّيْنِ خَلَقْنَاهُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ جَعَلْنَاهُمْ فِرْقًا مُبْتَلًى لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (احزاب: ۷۲)۔ یہ حیاتِ مبارکہ کا انقلابی واقعہ تھا۔ اب آپؐ سماج کے لیے سب سے مہذب، شریف، صادق و امین انسان ہی نہیں تھے، بلکہ مبعوث من اللہ تھے، جسے دنیا کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے کھڑا کیا گیا تھا۔ اب آپؐ کی حیثیت پوری دنیا کے قائد و رہنما کی تھی۔ دنیا کے لیے توحید اور آخرت کا عقیدہ جتنا ناقابلِ قبول تھا، اتنا ہی، بلکہ اس سے زیادہ آپؐ کا اعلانِ رسالت

تھا۔ آج بھی منکرین و مخالفین اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں کہ آپ کی بعثت اللہ کی طرف سے ہوئی ہے اور عرب و عجم اور مشرق و مغرب کو آپ کی سیادت و قیادت تسلیم کرنی ہوگی۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی فلاح ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّى رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِى لَهُ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاعراف: ۱۵۸)

اے محمد! کہو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف خدا کا پیغمبر ہوں، جو
زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔

قرآن مجید نے آپ کی اس حیثیت کو مختلف پہلوؤں سے واضح کیا ہے کہ آپ رسولِ برحق ہیں، اس میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے اور قرآن آپ کی صداقت کی دلیل ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِىْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرْ اللّٰهَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ كَالْاَوَّلِ
مُسْتَقِيْمًا ۚ فَتَنْزِيْلُ الْعَزْزِ الَّذِىْ جِيْمُ (يٰۤاَيُّهَا الَّذِىْنَ اٰمَنُوْا) (۱۰۰: ۱۰۰)
یٰس، قسم ہے قرآن کی کہ تم یقیناً رسولوں میں سے ہو، سیدھے راستے پر
ہو (اور یہ قرآن) غالب اور رحیم ہستی کی نازل کردہ ہے۔

قرآن نے بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ آپ بشر تھے اور بشری خصوصیات اور تقاضے رکھتے تھے:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلٰىَّ اَنْمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ
يَرْجُوْ لِقَآئِ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ
اٰخٰذ (الکھف: ۱۱۰)

اے نبی! کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے، پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔

اس میں بشریت کے ساتھ رسالت کا اور آپ کے پیغام کا ذکر ہے۔ آپ نے

دنیا میں جو کارنامہ انجام دیا وہ بہ حیثیت رسول تھا۔ اس پہلو سے مطالعہ کی ضرورت ہے۔
 آپ کی رسالت کی دلیل آپ کا امی ہونا ہے۔ آپ کو نبی امی اس لیے کہا
 گیا کہ آپ نے رسمی تعلیم نہیں پائی تھی۔ آپ نوشت و خواند سے ناواقف تھے۔ اس کے
 باوجود آپ نے اس کائنات کی حقیقت، خدا کی ذات و صفات، آخرت اور اس کے احوال،
 وحی و رسالت اور انسان کے آغاز و انجام سے دنیا کو آگاہ کیا اور اس کی بنیاد پر ایک نیا
 نظام فکر و عمل پیش کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا ذریعہ علم انسانی ذرائع علم سے
 مختلف ہے اور وہ وحی الہی ہے:

وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكُمْ إِذَا لَأَزْتَابِ
 الْمُبْطِلُونَ (العنکبوت: ۴۸)

آپ اس سے پہلے کسی کتاب کی تلاوت نہیں کرتے تھے اور نہ اپنے
 دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اس صورت میں باطل پرست شک کر سکتے
 تھے۔

اس حقیقت کو اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے:
 وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (النجم: ۳-۴)
 وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی
 جاتی ہے۔

ایک جگہ نزول قرآن کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:
 وَإِنَّهُ لَنَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ - نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ - عَلَىٰ قَلْبِكَ
 لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ - بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ - وَإِنَّهُ لَنَنْزِيلُ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ (الشعراء: ۱۹۲-۱۹۶)

یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے۔ اسے لے کر تیرے دل پر
 امانت دار روح اتری ہے، تاکہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو (خدا کی
 طرف سے خلق خدا کو) متنبہ کرنے والے ہیں، صاف صاف عربی
 زبان میں، اور اگلے لوگوں کی کتابوں میں بھی یہ موجود ہے۔

دعوت کا ذکر

رسول اللہ ﷺ کی منصبی ذمہ داریوں کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ یہ ذمہ داریاں مختلف نوعیت کی ہیں۔ آپ کی تبلیغی ذمہ داریوں کے متعلق ارشاد ہے:

يَذِيئُهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا - وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (الاحزاب: ۴۵-۴۶)

اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی جازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔

یہ شہادت حق، بشارت اور انداز، دعوت الی اللہ آپ کے سراج منیر ہونے کے مختلف پہلو ہیں۔

منصب رسالت پر سرفراز ہونے کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی تو آغاز میں محدودے چند افراد نے آپ کا ساتھ دیا۔ مجموعی طور پر قوم کا رد عمل سخت تھا۔ قرآن کو شاعری، سحر، داستان گوئی کہا جاتا، طنز و تعریض، استہزاء کیا جاتا۔ قرآن مجید نے تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس صورت حال میں ان کی لاف زنی اور لایعنی بحثوں کو صبر سے برداشت کرنے کا حکم دیا گیا۔

مخالفین نے آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیے۔ طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ اسی کے ساتھ آپ کو دعوت و تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کی جاتی۔ کبھی آپ سے دوسرا قرآن پیش کرنے کے لیے کہا جاتا، کبھی کہا جاتا کہ آپ اپنے موقف میں نرمی اختیار کریں تو ہمارا رویہ بھی تبدیل ہو سکتا ہے:

وَذُو الْوُتْدَيْنِ فِينْدَهُنَّ (القلم: ۹)

وہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ مدافعت کریں تو وہ بھی مدافعت کریں۔

ان تمام سختیوں کے باوجود حکم ہوا: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُنْشِرِ كَيْفَ يَكُنِ الْحُجْرُ: ۹۴ (جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے واشگاف کہہ دو اور

مشرکین سے منہ پھیر لو۔ آپ واضح کر دیں کہ فکر و عمل کی ان کی راہ جدا ہے اور آپ کی جدا: وَإِنْ كَذَّبُواكَ فَقُلْ لِيَ عَمَلِي وَلكُمْ عَمَلُكُمْ۔ اَنْتُمْ بَرِيْتُونَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيءٌ مِمَّا نَعْمَلُونَ يونس: ۴۱ (اگر وہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو کہہ دیجیے کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تم اپنے عمل کے ذمہ دار ہو۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی۔)

آپ کو اطمینان دلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت کام یا بی بہر حال آپ ہی کو ہوگی:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ
الْاَشْهَادُ (مومن: ۵)

بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی اور اس دن بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔
فَاضْبِرْ اِنْ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا وَلَا يَسْتَجِفُّكَ الَّذِيْنَ لَا
يُوقِنُوْنَ (الرؤم: ۶۰)

اے نبی! صبر کرو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور ہرگز ہلکا نہ پائیں تم کو وہ لوگ جو یقین نہیں لاتے ہیں۔

دوسری طرف مخالفین کے بارے میں کہا گیا:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا اَيَّ مَنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ (الشعراء: ۲۲۷)
اور ظلم کرنے والوں کو عن قریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ وَيَوْلُونَ الدُّبُوْرَ (القم: ۴۵)

عن قریب یہ جمعیت شکست کھائے گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

ہجرت

اہل مکہ کے ساتھ کش مکش جب آخری حد کو پہنچ گئی اور مدینہ کے قبائل اوس و

خزرج نے آپ کو پناہ دینے کا فیصلہ کیا تو مدینہ کی طرف صحابہ کرام ہجرت کرنے لگے۔ مشرکین نے سوچا کہ یہ بھی کسی وقت مدینہ چلے جائیں گے۔ لہذا اس سے پہلے ہمیں کوئی حتمی اقدام کرنا چاہیے۔ قرآن اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَبِيرُ الْمُكْرِينَ
(الأنفال: ۳۰)

جب منکرین حق تمہارے خلاف تدبیریں کر رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں، یا قتل کر دیں، یا یہاں سے نکال دیں۔ وہ اپنی چال چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا۔ اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ ایک اور جگہ مخالفین کے منصوبے کا ذکر ہے اور کہا گیا کہ وہ اس میں کام یاب نہیں ہوں گے:

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لَيُثْبِتُوكَ إِلَّا قَلِيلًا سَنَّةً مِّن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ زُلَمِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا (بنی اسرائیل: ۷۶-۷۷)

بے شک یہ اس کو شش میں ہیں کہ تم اس سرزمین پر نہ رہو، تا کہ وہ تمہیں اس سے نکال دیں۔ اس کے بعد وہ خود بھی زیادہ دن تک نہ رہ سکیں گے۔ ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجے ہیں ان کے سلسلے میں ہماری یہی سنت رہی ہے اور تم ہماری اس سنت میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔ بہر حال ہجرت ہوئی اور آپ اپنے رفیق سفر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غار ثور میں روپوش رہے۔ ایک موقع پر دشمن غار کے دبانے پر پہنچ گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو تشویش ہوئی۔ اس حال میں آپ نے وہ تاریخی جملہ کہا جو اللہ پر آپ کے اعتماد و توکل کا مظہر کامل ہے لَا تَخْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (غم نہ کرو! بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ آگے فرمایا:

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا

(التوبہ: ۴۰)

اس نے کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے۔

غزوات

رسول اللہ ﷺ کے غزوات کا ذکر قرآن نے کہیں اختصار سے اور کہیں تفصیل سے کیا ہے۔ سورۃ انفال میں غزوہ بدر کا تفصیل سے ذکر ہے۔ سورۃ آل عمران میں جنگ احد کا بیان ہے کہ کس طرح جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہو گئی۔ سورۃ احزاب میں جنگ احزاب کا تذکرہ ہے۔ اس میں مشرکین، یہود اور منافقین کا کردار زیر بحث آیا ہے۔ سورۃ حشر میں مدینہ کے یہود کے اخراج کا بیان ہے۔ سورۃ فتح میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین، کہا گیا اور وہ فی الواقع فتح مبین ثابت ہوئی، سورۃ نصر میں فتح مکہ کا ذکر ہے، جس کے بعد لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے لگے اور حجاز پر اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔

اظہارِ دین

آپ کی سیرت کا ایک تاب ناک پہلو یہ ہے کہ منکرین اور مخالفین کی تمام تر کوششوں کے باوجود آپ کو سیاسی غلبہ حاصل ہوا اور جس دین کے آپ حامل تھے وہ پورے ملک کا دستور اور نظام حکمرانی بن گیا۔ اس طرح آپ کی بعثت کا مقصد پورا ہوا۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ الصَّف: ۹ (وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولوں کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے پورے دین مخالف پر غالب کر دے، چاہے مشرک اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔) یہ غلبہ دلیل و برہان کے میدان میں بھی ہوا اور سیاسی طور پر بھی اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا کہ اہل ایمان کو وہ اقتدار عطا کرے گا۔

☆☆☆

تہذیب و سیاست کی تعمیر میں اسلام کا کردار

(مقالات سمینار)

مرتبین: ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی / مولانا محمد جرجیس کریمی

ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کی جانب سے منعقدہ سمینار مؤرخہ ۲۳ - ۲۴ فروری ۲۰۱۲ء کے مقالات کا مجموعہ، جس میں تحریک اسلامی ہند کے اکابر اور قائدین کے خطبات کے علاوہ ملک کے ممتاز مفکرین اور دانش وروں کے کل چھتیس (۳۶) مقالات شامل ہیں۔ ان مقالات میں تہذیب و سیاست کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے، جن میں مغربی اور اسلامی تہذیبوں کے اجزائے ترکیبی، ان کے درمیان موجود فرق و امتیازات، تہذیبوں کے تصادم کا موجودہ نظریہ، امت مسلمہ کی موجودہ تہذیبی و سیاسی صورت حال، قرآن مجید اور احادیث نبوی میں حکومت و سیاست کے تصورات، موجودہ طریقہ انتخاب، پارلیمانی نظام حکومت، تکثیری معاشرے کے مسائل جیسے اہم مباحث اور معروف علمائے سلف اور جدید مفکرین کی وسیع کتب کے تجزیاتی مطالعے پیش کیے گئے ہیں۔

یہ ایک ایسی دستاویز ہے، جو قوم و ملت کی علمی رہ نمائی اور موجودہ پیچیدہ حالات کے تقاضوں کے ہم وادراک اور اس کی روشنی میں اپنے لائحہ عمل کی تعیین میں مدد و معاون ثابت ہوگی۔

دیدہ زیب ٹائٹل، بہترین کاغذ اور معیاری طباعت

کل صفحات ۸۳۶، قیمت ۶۰۰ روپے صرف

ملنے کے پتے

مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی، نبی نگر، جمال پور، پوسٹ بکس نمبر ۹۳، علی گڑھ - ۲۰۲۰۰۲

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، D-307، ابوالفضل الکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵